دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

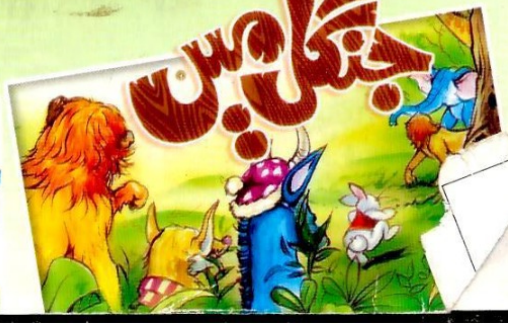
جلد نمبر 1، شمارہ نمبر 7، مارچ 2012ء

ماہنامہ

فہمِ دین



بدلتے رویے



خوش خبریاں

بوجھو تو جانیں

اُحد کا دن طلحہ بن عبید اللہؓ کا دن تھا

حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ بڑے مال دار تھے۔ تجارت ان کا پیشہ تھا اور بہت سی اراضی پر زراعت کا کام تھا روزانہ کی آمدن ایک ہزار دینار تھی۔ بڑے معزز اور دولت مند افراد میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ مگر اس سب کے باوجود طبیعت میں سادگی تھی۔ سادہ وضع قطع رکھتے اور زیادہ ٹھاٹھ باٹھ کو پسند نہیں کرتے تھے۔

آمدنی کا بیش تر حصہ ضرورت مندوں میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ اعزہ و اقارب رشتہ دار اور حاجت مند سبھی آپ کے عطایا سے مستفید ہوتے۔ کتنے خاندان آپ کی فیاضی کے سہارے جی رہے تھے۔ کتنے مفلس گھرانوں کی آبرو آپ کی سخاوت کی وجہ سے قائم تھی۔ آپ قبیلۂ بنو تیم سے تعلق رکھتے تھے تو کم از کم بنو تیم کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ آپ اس کی ضرورت کو پورا نہ کیا ہو۔ غلاموں کو آزاد کرتے تھے، یتیموں کا سہارا بنتے تھے اور بیواؤں کا نکاح کراتے تھے۔ کوئی قرض تلے دبا ہو اس کا قرض ادا کر دیا کرتے تھے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ دولت مندی کی وجہ سے انسان میں جتنی خامیاں پیدا ہو جاتی ہیں ان میں سے کوئی بھی آپ میں نہ پائی جاتی تھی۔

ایک مرتبہ چار لاکھ درہم آپ کے گھر میں آئے۔ جب تک آپ نے ان سب کو رشتہ داروں اور حاجت مندوں میں تقسیم نہ کر دیا، بے چین رہے۔ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کو سات لاکھ کی زمین فروخت کی۔ تو ساری رقم اللہ کی رضا کے لیے تقسیم کر دی۔ رات کے وقت آپ کے قاصد گلی کوچوں میں رقم لیے مستحق اور نادار لوگوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے صبح کے وقت آپ کے پاس رقم میں سے کچھ بھی نہ بچا تھا۔ مقام ذی القرد میں ایک کنواں تھا یہاں پانی کی قلت تھی آپ نے یہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ غزوہ تبوک میں آپ نے لشکر کے لیے بہت سا مال وقف کیا تو نبی اکرم ﷺ نے خوش ہو کر ''فیاض'' کا لقب عطا فرمایا۔ اس کے بعد غزوہ حنین میں بھی لشکر کی تیاری کے لیے زرِ کثیر خرچ کیا تو آپ کو ''جواد'' لقب ملا۔

آپ مال دار تھے۔ زمینوں کے مالک تھے۔ دولت اور پیسے کی ریل پیل تھی مگر ان میں تکبر تھا نہ غرور۔ رعونت کا نشہ جو مال دیکھ کر انسان کے سر پہ سوار ہو جاتا ہے آپ اس سے بالکل پاک تھے۔ عاجزی اور انکساری کا پیکر تھے۔ نرم خُو تھے خندہ پیشانی سے ملتے تھے۔ ان کی دولت مندی کا حال اور دوسرے لوگوں کے ساتھ ان کے رویوں کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے؟

اسلام یہ نہیں چاہتا کہ انسان مال و دولت چھوڑ کر مسجد میں جا بیٹھے بلکہ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ مال کو حلال طریقے سے کمایا جائے اور حلال طریقے سے خرچ کیا جائے۔ اسلام ریاست کے باشندوں کو غریب، فقیر اور نادار نہیں دیکھنا چاہتا بلکہ انہیں خوش حال دیکھنا چاہتا ہے۔ مگر یہ چاہتا ہے کہ مال و دولت کی وجہ سے انسان کی ذات میں غرور و تکبر پیدا نہ ہو۔ انہیں زیادہ سے زیادہ جمع کرنے کی فکر نہ ہو بلکہ اللہ کے لیے وہ زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کا حوصلہ رکھتے ہوں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ انہی صفات کے حامل تھے۔ خوب کماتے تھے اور خوب خرچ کرتے تھے۔ دولت کے انبار اور خوش حالی نے انہیں کبھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں کیا تھا۔ غرور و تکبر سے تو آپ کو گویا تعلق ہی نہ تھا۔

آپ کی شخصیت کا دوسرا پہلو آپ کی شجاعت کا ہے۔ غزوۂ احد میں آپ کا کارنامہ اتنا عظیم تھا کہ صحابہؓ آپ کی قسمت پر رشک کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ غزوۂ احد میں جب کفار نے شکست کھانے کے بعد پلٹ کر حملہ کیا تو مسلمان نرغے میں آ گئے۔ میدان جنگ میں ایک طرف تو مسلمان اپنا اپنا دفاع کر رہے تھے دوسری طرف نبی اکرم ﷺ کو تنہا پا کر کفار نے اپنی تمام قوت آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) شہید کرنے پر لگا دی۔ ادھر مسلمانوں میں کچھ صحابہؓ آپ کو تلاش کر رہے تھے کہ کہیں کفار کے نرغے



قیامت کے دن غریب ہمسایہ امیر ہمسایہ کا دامن گیر ہوگا (الحدیث)

میں نہ آجائیں۔ آہستہ آہستہ صحابہ کی ایک جماعت آپ کے گرد اکٹھی ہوگئی۔ جس میں بڑے صحابہ کافی تعداد میں تھے۔ حضرت علیؓ کے ساتھ طلحہ بن عبیداللہ تھے۔ حضرت طلحہ کبھی تلوار لے کر کفار پر حملہ کر کے انہیں بھگاتے کبھی ڈھال بن کر نبی اکرم ﷺ کو دشمن کے تیر اور تلواروں سے بچاتے۔ اسی حالت میں آپ کا ماتھا زخمی ہوا۔ آپ کا پاؤں زخمی ہوا۔ دو انگلیاں کٹ گئیں اور ایک تیر آپ کے ہاتھ میں گھس گیا جس سے آپ کا ہاتھ شل ہوگیا۔ ستر سے زیادہ زخم آپ کو لگے۔ آپ یہاں سے نبی اکرم ﷺ کو لے کر نکلنے لگے تو نبی ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے۔ آپ ﷺ نے دو زرہیں پہن رکھی تھیں جن کے بوجھ سے آپ کے لیے باہر نکلنا مشکل ہوگیا حضرت طلحہؓ فوراً گڑھے میں اترے اور نبی ﷺ کو اپنے کندھے پر سوار کر کے کھڑے ہوگئے اور حضرت علیؓ نے آپ کا ہاتھ پکڑ کر اوپر کھینچ لیا۔

اب اگلا مرحلہ پہاڑ کے اوپر چڑھ کر محفوظ مقام پر پہنچنا تھا۔ دو زرہوں کا بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ آپ ﷺ پہاڑ پر نہ چڑھ سکے۔ تو حضرت طلحہؓ نے آپ کو اپنی پشت پہ اٹھا کر محفوظ مقام پر پہنچایا۔ شدید زخمی حالت میں آپ بجلی کی طرح کام کر رہے تھے۔ یہاں پہنچ کر آپ نڈھال ہوگئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: ''اپنے ساتھی کی خبر گیری کرو'' اسی موقع پر نبی ﷺ نے آپ کو ''الخیر'' کا لقب عطا فرمایا اور فرمایا کہ ''طلحہ کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ جس جس نے چلتا پھرتا شہید دیکھنا ہو وہ طلحہ کو دیکھ لے۔''

اسی واقعے کو یاد کر کے سیدنا صدیق اکبرؓ فرمایا کرتے تھے کہ ''اُحد کا دن طلحہ بن عبیداللہ کا دن تھا۔'' اور حضرت طلحہ جب خود غزوۂ احد کا تذکرہ کرتے تو بس اتنا کہتے کہ اُحد کا دن بڑی آزمائش کا اور سخت دن تھا۔ اور اپنے کارنامے کا تذکرہ بھی نہ کرتے کیونکہ آپ نام ونمود کو پسند نہیں کرتے تھے۔ غزوۂ بدر والے دن آپ دوسرے لشکر کے ساتھ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے آئے تو جنگ ختم ہو چکی تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے مال غنیمت تقسیم کیا تو انہیں بھی پورا حصہ دیا اور آپ کو بدری صحابہ میں شمار کیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر منافقین سویلم یہودی کے مکان پر جمع ہو کر مسلمانوں میں بد دلی پھیلانے کی سازش کیا کرتے تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے حکم سے آپ نے جا کر اس مکان کو جلا دیا۔

خلافت راشدہ کے دور میں آپ حضرت عمر فاروقؓ کی شوریٰ کے رکن تھے۔

جب حضرت عمر فاروقؓ کی وفات ہوئی تو آپ بھی ان لوگوں میں شامل تھے جنہیں حضرت عمر فاروقؓ نے خلافت کے لیے منتخب کیا تھا۔ لیکن ہُوا یوں کہ بوقتِ وفات آپ تجارت کے سلسلے میں باہر گئے ہوئے تھے ادھر حضرت عمر فاروقؓ کی وصیت تھی کہ میری وفات کے بعد تین دن کے اندر اندر خلیفہ منتخب کر لیا جائے۔ آپ تین دن کے اندر اندر نہ آسکے تو باقی لوگوں میں سے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ منتخب کر لیا گیا۔ آپ لوٹے تو خلافت قائم ہو چکی تھی۔ آپ نے اس پر ناراضگی کا اظہار فرمایا کہ خلافت کے مشورے میں شوریٰ کے رکن کی حیثیت سے مجھے کیوں نہ شامل کیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کی وصیت کا حوالہ دیا تو آپ راضی ہوگئے۔

حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں آپ ان کے قریبی ساتھیوں میں شمار کیے جاتے تھے۔ اصحاب رائے اور اہل شوریٰ میں سے تھے۔ آخری زمانے میں جب شورش ہوئی تو آپ نے اصلاح کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔ پھر جب باغیوں نے حضرت عثمانؓ کے گھر کا محاصرہ کیا تو حضرت علی کی طرح آپ نے بھی اپنے بیٹوں کو ان کی حفاظت کے لیے بھیجا تھا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد قصاص کی خاطر لڑی جانے والی جنگ میں آپ حضرت زبیرؓ اور حضرت عائشہؓ سے مل کر قاتلوں سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ قاتل چوں کہ حضرت علیؓ کے لشکر میں گھسے ہوئے تھے اس لیے اس صورت میں حضرت علیؓ سے لڑنا پڑتا۔ جنگ کے آغاز میں حضرت علیؓ نے آپ کو ایک حدیث یاد دلائی تو آپ صفوں سے نکل گئے۔ یہ دیکھ کر مروان نے جو آپ ہی کے لشکر میں شامل تھا، آپ پر تیر چلا دیا جو آپ کے گھٹنے میں پیوست ہوا۔ اسی سے آپ کی شہادت ہوئی اور میدان جنگ ہی میں آپ دفن ہوئے۔

دفن کے کچھ عرصے بعد ایک شخص نے خواب میں آپ کو دیکھا۔ آپ فرما رہے تھے کہ یہ جگہ پانی میں ڈوب گئی ہے مجھے یہاں سے نکالو۔ تین دن اس شخص نے یہی خواب دیکھا تو حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک مکان خرید کر آپؓ کو میدانِ جنگ سے وہاں منتقل کر دیا۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے جو فرمایا کہ ''غزوۂ اُحد کا دن طلحہ بن عبیداللہ کا دن تھا'' اس کا مطلب یہ ہے کہ غزوۂ احد میں مسلمانوں نے قربانیاں دے کر بہت ثواب کمایا تھا مگر حضرت طلحہ بن عبیداللہ نے تو اتنا ثواب کمایا کہ سبھی کو پیچھے چھوڑ دیا۔ گویا احد کے دن ثواب کا مقابلہ آپ نے جنت لیا۔

بقیہ: ہر فساد کے لیے ایک نسخہ کیمیا

''اور یہ بات انھیں لوگوں کو نصیب ہوتی ہے جو مستقل مزاج ہیں اور بڑے نصیب والے ہیں''

یہ انفعال اور بدلہ کا جذبہ انسان کو مظلوم کی صف سے نکال کر ظالم کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے، ہم پر کسی نے ظلم کیا تو ہم مظلوم ہیں، اور مظلوم کی طرف اللہ کی مدد اور ظالم کی طرف اللہ کا قہر آتا ہے، اب ہم نے بدلہ اور انفعال کا معاملہ کیا تو اکثر زیادتی ہو جاتی ہے، اب منظر بدل جاتا ہے، یہاں حریف مظلوم، اور ہم ظالم ہو جاتے ہیں اور ہم اللہ کی مدد کے مستحق ہونے کی بجائے اللہ کے قہر کے مستحق ہو جاتے ہیں۔

مگر المیہ یہ ہے کہ امتِ مسلمہ کے اکثر لوگوں کی انفرادی اور فکری ساری صلاحیت اس بدلہ اور انفعال (ایکشن) میں صرف ہو رہی ہے، اور ہمارا دشمن شیطان ہمیں اپنی نافعیت، خیر خواہی اور دعوت کی خُو سے باز رکھے ہوئے ہے۔ نبی رحمۃ للعالمین کا ارشاد ہے: صَلِ مَنْ قَطَعَکَ وَاعْفُ عَمَّنْ ظَلَمَکَ وَاَعْطِ مَنْ حَرَمَکَ وَاَحْسِنْ اِلٰی مَنْ اَسَاءَ اِلَیْکَ ''تم اس سے رشتہ جوڑو جو تم سے کاٹے، اور معاف کر دو جو تم پر ظلم کرے، جو تم کو نہ دے اس کو دو، اور جو تمہارے ساتھ برا سلوک کرے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔

یعنی انفعال اور بدلہ کی خُو اختیار نہ کرنا اور احسان اور درگذر کرتے ہوئے اپنی دعوتی خُو پر باقی رہنا ہماری فطری شناخت ہے، کاش ہم سمجھتے۔